آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ

مہدئ منتظر

قیامِ عدل اور غلبۂ اسلام کی امید

جہاں در انتظار عدالت

عدالت در انتظار

مہدی

مہدیٔ منتظرؑ

قیامِ عدل اور غلبۂ اسلام کی امید

آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ

ترجمہ

سید سعید حیدر زیدی

یکے از مطبوعاتِ

دارالثقلین

پوسٹ بکس نمبر ۲۱۳۲- کراچی ۷۴۶۰۰- پاکستان

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

DARUSSAQLAIN
P.O. Box No. 2133,
Karachi-74600 Pakistan

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: مہدیٔ منتظر قیامِ عدل اور غلبۂ اسلام کی امید
تالیف: آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
ترجمہ: سید سعید حیدر زیدی
ناشر: دار الثقلین
تاریخ اشاعت: شعبان ۱۴۲۸ھ اگست ۲۰۰۷ء
قیمت: ۲۵ روپے

فہرست

مہدیٔ منتظر قیامِ عدل اور غلبۂ اسلام کی امید ———— ۷
ظہور کے بارے میں اجماع ———— ۸
قرآن مجید اور قیادت اہلِ بیت سے وابستگی ———— ۱۲
سیاسی تحریکیں اور عدالت کا مسئلہ ———— ۲۱
امام مہدیؑ کی غیبت کا تعلق خدا کے غیبی امور سے ہے ———— ۲۳
عقل اور مسئلۂ غیبت ———— ۲۳
طولِ عمر ———— ۲۷
زمانۂ غیبت میں ہماری ذمے داری ———— ۲۸
اگر امامِ زمانہ ہمارے درمیان ہوتے تو کیا کر رہے ہوتے؟ ———— ۳۵
معروضی حالات کا جائزہ ———— ۴۳
انتظار کا مفہوم ———— ۴۶

☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مہدئ منتظر

قیامِ عدل اور غلبۂ اسلام کی امید

"اللھم صلی علی ولیّ امرک القائم المؤمل والعدل المنتظر' وحفّه بملائکتک المقربین وایّده بروح القدس منک یا رب العالمین' اللھم اجعله الداعی الی کتابک والقائم بدینک' استخلفه فی الارض کما استخلف الذین من قبله' مکّن له دینه الذی ارتضیته له' ابدله من بعد خوفه امناً یعبدک لا یشرک بک شیئاً' اللھم اعزّه و اعزز به وانصره و انتصر به و انصره نصراً عزیزاً' وافتح له فتحاً یسیراً واجعل له من لدنک سلطاناً نصیراً." (دعائے افتتاح سے اقتباس)

"بارالہا! اپنے ولی امامِ قائم و عدلِ منتظر پر درود نازل فرما' اپنے مقرب فرشتوں کے ذریعے ان کا حصار فرما' روح القدس کے ذریعے ان کی تائید فرما۔ بارالہا! انہیں اپنی کتاب کی طرف دعوت دینے والا قرار دے اور اپنے دین کو بپا کرنے والا بنا دے اور انہیں زمین پر اپنا خلیفہ قرار دے جیسے کہ ان

سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔ انہیں اپنے پسندیدہ دین کی حفاظت کی قوت عطا فرما۔ اس وقت کے بعد ان کے خوف کو امن میں تبدیل فرما تا کہ لوگ تیری عبادت کریں اور شرک نہ کریں۔ اور ان کے ذریعے ہمیں سرفراز فرما۔ ان کی مدد فرما انہیں مکمل غلبہ اور دنیا کو آسانی کے ساتھ ان کے ہاتھ پر فتح فرما اور انہیں اپنی طرف سے ایک مددگار حکمران قرار دے۔"

ظہور کے بارے میں اجماع

مہدویت ایک ایسا دینی مسئلہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کے درمیان اتفاق رائے پایا جاتا ہے۔ اگرچہ حالیہ برسوں میں مخصوص سیاسی حالات کے زیر اثر بعض مسلمانوں کی طرف سے اس مسئلے سے انکار کی کوشش کی گئی ہے' لیکن اس کے بارے میں تمام مسلمانوں کے پاس متواتر احادیث موجود ہیں۔ ممکن ہے اس کی بعض جزیات کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہو' مثلاً یہ کہ امام مہدیؑ کی ولادت ہو چکی ہے یا نہیں؟

شیعہ امامیہ کے درمیان ان کی ولادت کے بارے میں اتفاق رائے پایا جاتا ہے۔ جبکہ اکثر برادران اہل سنت یہ عقیدہ نہیں رکھتے۔ مرحوم سید محسن امین کے بقول کچھ علمائے اہل سنت امام مہدیؑ کی ولادت کو مانتے ہیں اور اُن کے اور اُن کے والد گرامی کے ناموں کے بارے میں شیعوں سے اتفاق کرتے ہیں۔

پھر وہ کہتے ہیں کہ: امام مہدیؑ کے قیام کے بارے میں اخبار متواتر ہیں اور تمام مسلمانوں کا اس مسئلے پر اجماع ہے۔ "ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد الگنجی شافعی" نے ایک کتاب تحریر کی ہے' اور اس کا نام "البیان فی اخبار صاحب الزمان" رکھا ہے۔ ان کی ایک دوسری کتاب ہے جس کا نام "کفایۃ الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب" ہے۔ وہ اپنی کتاب "البیان" میں کہتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کے مواد کو جمع کیا ہے اور اسے شیعوں کے طریقے اور انداز سے خالی رکھ کر تیار کیا ہے' تا کہ وہ اس کے ذریعے دلیل لانے کی بابت

نہ سوچیں۔

مشہور کتاب "حلیۃ الاولیا" کے مولف "حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی" نے حضرت امام مہدیؑ کے بارے میں چالیس احادیث جمع کی ہیں۔ اور کتاب "کشف الغمہ" کے مولف نے اسناد حذف کر کے' صرف پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرنے والے فرد کے نام پر اکتفا کرتے ہوئے انہیں نقل کیا ہے۔ ان دو کے علاوہ مشکاۃ المصابیح' درر السمطین' جواہر العقدین اور کنوز الدقائق کے مولف جیسے لوگوں نے حضرت امام مہدیؑ کے بارے میں بہت سی روایات کا ذکر کیا ہے۔

پھر "الگنجی" نے اپنی سند کے ساتھ "زر بن حبیش" اور انہوں نے پیغمبر اسلامؐ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"لما تذهب الدنيا حتى يملك العرب رجلٌ من اهل بيتي يواطىء اسمه اسمي."

"دنیا کا خاتمہ نہیں ہوگا' جب تک کہ عرب پر میرے اہل بیت میں سے ایک فرد کی فرمانروائی نہ ہو جائے' جو میرا ہم نام ہوگا۔"

کتاب "مشکاۃ المصابیح" کے مولف نے ایسی ہی بات "ابن مسعود" سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس روایت کو "ترمذی" اور "ابوداؤد" نے نقل کیا ہے۔ لہٰذا "گنجی" کے بقول روایت میں آیا ہے کہ:

"يلي رجلٌ من اهل بيتي يواطىء اسمه اسمي."

"میرے اہل بیت سے تعلق رکھنے والا ایک مرد آئے گا جو میرا ہم نام ہوگا۔"

"ترمذی" نے اپنی جامع میں اس حدیث کی روایت کی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

"لا تذهب الدنيا حتى يملك العرب رجلٌ من اهل بيتي يواطىء اسمه اسمي."

"دنیا کا خاتمہ نہیں ہوگا' جب تک اُس پر میرے اہل بیت سے تعلق رکھنے والے ایک مرد کی حکومت قائم نہ ہو جائے' جو میرا ہم نام ہوگا۔"

"ابوداؤد" نے اپنی سنن میں "حذیفہ" کی سند کے ساتھ رسول اللہؐ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"لولم یبق من الدنیا یومٌ واحدٌلبعث اللہ رجلًا اسمہ اسمی و خلقہ خلقی یکنّی اباعبداللہ."

"چاہے دنیا کا ایک ہی دن کیوں نہ باقی رہ جائے' خدا یقیناً اس دن ایک ایسے مرد کو مبعوث کرے گا جس کا نام میرے نام جیسا اور جس کا اخلاق میرے اخلاق جیسا ہوگا اور اس کی کنیت ابوعبداللہ ہوگی۔"

"اصفہانی" کی "اربعین" میں "حذیفہ" کی سند کے ساتھ آیا ہے کہ "حذیفہ" نے کہا: میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا کہ:

"ویح ھذہ الامۃ من ملوک جابرۃ کیف تقتلون و یخیفون المطیعین الاّمن اظھرطاعتھم' فالمومن التّقی یصانعھم بلسانہ و یفرّ منھم بقلبہ'فاذا اراد اللہ عزّ وجلّ ان یعیدالاسلام عزیزاً قصم کلّ جبارعنید و ھو القادر علی ما یشاء ان یصلح امۃ بعد فسادھا، فقال (ع) : یا حذیفہ! لو لم یبق من الدنیا الایومٌ واحد، لطوّل اللہ ذالک الیوم حتی یملک رجلٌ من اھل بیتی تجری الملاحم علی یدیہ و یظھر الاسلام لا یخلف اللہ وعدہ ھو سریع الحساب."

"وائے ہو اس امت کے حال پر جسے ظالم حکمراں قتل کریں گے' اُن کے مطیع ان سے خوف کھائیں گے سوائے اُن لوگوں کے جو اُن کے ساتھ اپنی

اطاعت کا اظہار کریں گے۔ پس متقی مومن اپنی زبان سے تو اُن کی تعریف کرے گا لیکن اپنے دل میں ان سے کدورت رکھے گا۔ پس جب خدا اسلام کی شان و شوکت لوٹانا چاہے گا' تو تمام مغرور جابروں کو تہس نہس کر دے گا۔ صرف خدا ہی ہے جو فساد کے بعد امت کی اصلاح کر سکتا ہے۔ اسکے بعد فرمایا: اے حذیفہ! اگر دنیا کی زندگی کا صرف ایک دن بھی باقی رہ جائے' تو خدا اس دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ دنیا پر میرے اہل بیت سے تعلق رکھنے والے ایک مرد کی حاکمیت قائم ہو جائے' جس کے ذریعے معرکے وجود میں آئیں گے اور اسلام کو قدرت حاصل ہوگی۔ خدا اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔"

نیز انہوں نے "ابی سعید خدری" کی سند کے ساتھ اور انہوں نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"لا تنقضی الساعۃ حتی یملک الارض رجل من اھل بیتی یملاھا عدلاً کما ملئت قبلہ جوراً."

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک زمین پر میرے اہل بیت میں سے ایک مرد کی فرمانروائی نہ ہو جائے۔ وہ اسے عدالت سے اس طرح بھر دے گا جیسے اس سے پہلے وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی۔"

لہٰذا ہم مہدویت پر ایمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ رسول صادق و مصدق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ثقلین میں ہمیں خبر دی ہے اور کہا ہے کہ:

"انّی تارکٌ فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی لن تضلوا ما تمسّکتم بھما وانّھما لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض."

"میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں کتاب خدا اور اپنے اہل بیت چھوڑ کر جا رہا ہوں' جب تک تم ان دونوں سے وابستہ رہو گے گمراہ نہیں ہو گے اور یہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس پہنچنے تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔"

اس حدیث شریف سے بہت سے علما نے یہ مطلب اخذ کیا ہے کہ جب تک کتاب موجود ہے (اور کتاب ہر دور میں موجود ہے) لازماً خاندانِ پیغمبر سے تعلق رکھنے والا ایک امام بھی موجود رہے گا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں (قرآن اور عترت) کے اٹوٹ بندھن کی نشاندہی کی ہے۔

قرآنِ مجید اور قیادتِ اہلِ بیتؑ سے وابستگی

اس مقام پر ایک مسئلہ پایا جاتا ہے' جس پر توجہ دینے اور اسے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ مسئلہ امام مہدیؑ سے متعلق ہے' جس کا ذکر رسول کریمؐ کے کلام میں آیا ہے۔ اس بارے میں ہم دو راستوں سے آگے بڑھیں گے اور یہ دونوں ہی راستے رسول اکرمؐ کے کلام سے منعکس ہوتے ہیں۔

پہلا کلام جس کا ذکر ہم اس سے پہلے بھی کر چکے ہیں' اس میں رسول کریمؐ نے قرآن اور عترت سے وابستگی کے بارے میں گفتگو کی ہے اور دوسرے کلام میں امام مہدیؑ کے حوالے سے گفتگو فرمائی ہے۔

پہلا کلام یہ ہے کہ:

"انی تارکٌ فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی لن تضلوا ما تمسکتم بھما وانھمالن یفترقا حتی یردا علیَّ الحوض."

"میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں کتاب خدا اور اپنے اہل بیت

چھوڑ کر جا رہا ہوں' جب تک تم ان دونوں سے وابستہ رہو گے گمراہ نہیں ہو گے اور یہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس پہنچنے تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول' ایک مسلمان کے ناطے تاریخ کے ہر دور میں ہمیں یہ سوچ دیتا ہے کہ ہم قرآن سے وابستہ رہیں' کسی اور چیز کو اس کی جگہ نہ دیں۔ اسی طرح اہل بیتؑ سے بھی وابستہ رہیں' جو اپنی فکر اور طرزِ عمل میں قرآن کریم سے جدا نہیں۔ لہٰذا لازم ہے کہ ہمیشہ یہ نظریہ (قرآن کریم) اور اس کے لئے رہنما (اہل بیتؑ) موجود رہے۔

قرآن کریم' ایک ایسا نظریہ پیش کرتا ہے' جس میں باطل کسی بھی طرف سے داخل نہیں ہو سکتا اور ائمہ اہل بیتؑ' رسول کریمؐ کے بعد ایسے امین اور صالح رہنما ہیں جو اس بات پر نظر رکھتے ہیں کہ لوگوں کی زندگی میں قرآن کریم پر عمل کی کیا حالت ہے۔ نیز اسکے مفاہیم اور تعلیمات کو انحراف' فساد' لغزش اور خطا سے محفوظ رکھتے ہیں۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی فکری اور عملی روش کا بغور جائزہ لیتے رہیں اور یہ دیکھتے رہیں کہ ہم قرآن سے وابستہ ہیں یا نہیں؟ کیونکہ قرآن سے وابستگی کا مطلب قرآن کی فراہم کردہ تعلیمات' اسکے قوانین' اسکے دکھائے ہوئے راستوں' اسکے بتائے ہوئے وسائل و ذرائع' اسکے متعارف کرائے ہوئے اہداف اور ہمارے باہمی تعلقات کے لئے اسکے پیش کردہ لائحہ عمل کی پابندی ہے۔ یہی قرآن سے وابستگی کا حقیقی مفہوم ہے۔ قرآنِ مجید سے تمسک اور اس سے وابستگی کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہم قرآن کریم کو ایک علامت کے طور پر اپنے سینے سے لگائے رکھیں یا اسکی خطاطی کو گھروں میں آویزاں کریں' یا بغیر غور و فکر کے اسکی تلاوت کریں۔

جب خداوند کریم انسان سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ قرآنِ مجید سے وابستہ

ہو تو دراصل اس سے چاہتا ہے کہ وہ قرآن کو اپنے لئے چراغ ہدایت قرار دے۔ تاکہ جب زمانہ گمراہی کا شکار ہو تو وہ اس سے رہنمائی حاصل کرے۔ جب تاریکیاں اس پر حملہ آور ہوں' تو قرآن کو نور اور روشنی قرار دے' اسے اپنا امام بنائے اور اس سے رہنمائی حاصل کرے۔

نیز خدا نے انسان کو حکم دیا ہے کہ قرآن کو اپنا پیشوا قرار دے' اسکی پیروی کرے' کوئی ایسی بات نہ کہے جو قرآن کے موافق نہ ہو' کوئی ایسا عمل انجام نہ دے جو قرآن کے مطابق اور اسکی تعلیمات سے ہم آہنگ نہ ہو۔

اسکے بعد انسان کو اہل بیتؑ کی قیادت اور اُن کی رہبری سے وابستہ ہونا چاہئے۔ ائمۂ اہل بیتؑ خدا کی طرف سے حلال اور حرام کئے گئے امور میں خدا اور اسکے پیغمبرؐ کے امین ہیں۔ لہٰذا انسان کو ان کی قیادت اور رہبری سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔ اسے چاہئے کہ اگر وہ حاضر ہوں' تو ان سے وابستہ رہے اور اگر وہ غیبت میں ہوں' تو ان لوگوں سے وابستہ رہے جن کی انہوں نے نشاندہی فرمائی ہے۔

اہل بیتؑ کا ارشاد ہے کہ:

"من كان من الفقهاء صائناً لنفسه' حافظاً لدينه' مخالفاً لهواه' مطيعاً لا مر مولاه فللعوام ان يقلّدوه."

"فقہا میں سے وہ شخص جو پرہیزگار ہو' دین کا محافظ ہو' نفسانی خواہشات کا مخالف ہو' اور اپنے مولا کے احکام کا مطیع و فرمانبردار ہو' عوام کو چاہئے کہ اسکی تقلید کریں۔"

یا وہ حدیث جس میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

"واما الحوادث الواقعة فارجعوا فيها الى رواة حديثنا' فانّهم حجّتي عليكم وانا حجة الله عليهم."

"پیش آمدہ حوادث میں ہماری احادیث کے راویوں سے رجوع کرو' کہ یہ تم پر میری حجت ہیں اور میں اُن پر خدا کی حجت ہوں۔"

یا اہل سنت کی وہ احادیث جن میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

"العلماء ورثة الانبياء."

"علما انبیا کے وارث ہیں۔"

یا:

"الفقهاء امناء الرسل مالم يدخلوا في الدنيا. قيل : يا رسول الله! وما دخولهم في الدنيا؟ قال : اتباع السلطان' فاذا فعلوا ذلك فاحذروهم على دينكم."

"فقہا جب تک دنیا دار نہ ہو جائیں اس وقت تک انبیا کے امانتدار ہیں۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! ان کے دنیا دار ہونے کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا: حاکم کی پیروی۔ پس اگر وہ ایسا کریں' تو اپنے دین کی طرف سے ان سے ہوشیار رہو۔"

نیز:

"واذا رايتم العالم محباً للدنيا فاتهموه على دينكم' فانّ كل محبّ يحوط ما احبّ."

"اگر تم دیکھو کہ عالم دنیا طلب ہے' تو اپنے دین کے بارے میں اس سے محتاط رہو' کیونکہ جسے جو چیز عزیز ہوتی ہے' وہ اسکے بارے میں محتاط رہتا ہے۔"

زمانۂ غیبت میں اپنے اسلامی فریضے پر عمل پیرا اور اسلامی اصولوں کی پاسداری کے ساتھ سرگرم عمل پرہیزگار مجتہد علما ہی وہ لوگ ہیں جو اس بات کے مستحق ہیں کہ اُن کی قیادت قبول کی جائے۔ البتہ جب تک اُن کی رہنمائی قرآن سے مطابقت رکھتی ہو۔

یہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے کلام کا مفہوم تھا۔ آپ کا دوسرا کلام امام مہدیؑ کے بارے میں ہے۔ اس کلام میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ:

"یخرج لیملا الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً۔"

"وہ قیام کرے گا اور زمین کو اس طرح عدل وانصاف سے پُر کردے گا جیسے وہ ظلم وستم سے بھر چکی ہوگی۔"

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس کلام کا مفہوم کیا ہے؟

اس حدیث کا مفہوم ہمیں اس بات سے آگاہ کرتا ہے کہ ظلم ناپسندیدہ اور ناقابل قبول ہے اور اسے انسانیت کے لئے ایک مشکل قرار دیا جاتا ہے۔ جبکہ عدالت وہ چیز ہے جو اس مشکل سے نجات دلا سکتی ہے اور انسان اور اسکی زندگی کے لئے ترقی، کمال اور سکون کا باعث ہے۔

یہ حدیث ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ ہم ہمیشہ اس مسئلے کو سامنے رکھیں کہ حضرت امام مہدیؑ ظلم وستم کا خاتمہ کریں گے اور عدل وانصاف کو زندگی کی واحد بنیاد کے طور پر قائم کریں گے۔ پروردگار کے اذن سے دنیا میں عدالت کو پھیلائیں گے اور خدا کے ارادے اور اپنے اور اپنے ہمراہ موجود مجاہدین کے جہاد کے ذریعے ظلم کا خاتمہ کریں گے۔

☆

ہم امام کے بارے میں اپنے موقف اور طرزِ عمل کا تعین کس طرح کریں؟

اگر ہم ان کے منتظر ہیں اور اس بات کے متمنی ہیں کہ وہ دنیا میں عدل وانصاف قائم کریں۔ اور اگر ہم عدالت پسند اور اسے چاہنے والے ہیں تو لازم ہے کہ یہ عدالت پسندی ہماری زندگی میں عملی طور پر دکھائی دے۔

کیونکہ اگر انسان کسی چیز کو پسند کرتا ہے اور اسکے جامۂ عمل پہننے کا خواہشمند ہوتا ہے تو قدرتی طور پر اسے اس چیز کو اپنی زندگی اور اپنے معاشرے کی زندگی میں جامۂ عمل پہنانے

کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ اب خواہ اسے اس جدوجہد کے نتیجے میں نقصان پہنچے، خواہ فائدہ حاصل ہو۔ اسے چاہئے کہ تمام امور میں اپنے خدا کے ساتھ عدالت کا معاملہ رکھے، اپنے گھرانے اور بیوی بچوں کے ساتھ عادلانہ طرزِ عمل اختیار کرے۔ جن لوگوں کے ساتھ بھی اس کا میل جول ہو اُن سے عادلانہ بنیادوں پر روابط وتعلقات استوار رکھے، اپنے ہاتھ یا زبان کے ذریعے ان پر ظلم نہ کرے، اگر اُن سے کوئی مال لے یا وہ اُس پر کوئی حق رکھتے ہوں، تو ان معاملات میں اُن کے ساتھ ظلم نہ کرے۔ یہ ہیں عادل ہونے کے معنی۔

اگر ہمارا طرزِ عمل یہ نہ ہو تو پھر ہم کس بنیاد پر امام مہدیؑ کے منتظر ہیں؟

اگر ہماری اپنی شخصیت میں ظلم کی نشانیاں موجود ہوں، تو ہمارا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کے خلاف امام جنگ کریں گے۔ لہٰذا اگر ہماری زندگی ظالمانہ شمار ہو، تو ہم کیسے ان کے منتظر ہوں گے؟

یہ تمام باتیں ہم سے تقاضا کرتی ہیں کہ ہم عادلوں اور عدالت پیشہ لوگوں کا ساتھ دیں اور ظالموں سے دور رہیں۔ کیونکہ اگر انسان ظالموں کے ہمراہ ہو تو اُن کی تائید کرتا ہے، اُن کی حوصلہ افزائی کا موجب ہوتا ہے، اُن کے منصوبوں کو جامۂ عمل پہناتا ہے، اُن کا ساتھی بن کے جنگ کرتا ہے، اُن کے کاموں میں اُن کا ہاتھ بٹاتا ہے۔ اور اگر کوئی انسان ایسا ہو تو وہ ظالم ہے، ظالم کی پارٹی اور اسکے گروہ میں شامل ہے۔ اگر وہ ظالم کی پارٹی اور اسکے گروہ کا حصہ ہو، تو پھر یہ انسان کیسے امام مہدیؑ کا منتظر ہو سکتا ہے؟ جبکہ امام مہدیؑ اسکے گروہ اور (ظالموں کا ساتھی ہونے کی وجہ سے) خود اسکے خلاف جنگ کریں گے۔

لہٰذا امام مہدیؑ کا حقیقی انتظار یہ ہے کہ ہم ایسا موقف اختیار کریں، جو ہمیں اس صف میں کھڑا کرے جس میں ہم امام زمانہ کے ساتھ ہوں، ہمیں ایک ایسے راستے پر چلائے جس پر چلتے ہوئے ہم امام کے ہمرکاب ہو کر جہاد کریں۔

ہم میں سے ہر ایک اُن کا ساتھی بننے کی خواہش رکھتا ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ:

"اللهم اجعلنا من انصاره واعوانه والمستشهدين بين يديه."

"بارالٰہا! ہمیں اُن کا ناصر و مددگار اور اُن کی رکاب میں شہید ہونے والا قرار دے۔"

امام کے ساتھی اسلام اور عدل و انصاف کے ساتھی ہیں۔ امام کے مددگاروں کو اسلام اور عدل و انصاف کا مددگار ہونا چاہئے۔ امام کا ساتھ دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش کرنے والے لوگ وہ لوگ ہیں جو اپنے دینی فریضے کی ادائیگی کے دوران اور اولیائے الٰہی اور خدا کے کمزور و لاچار بندوں کی حمایت میں فرمانِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے شہادت کو گلے لگاتے ہیں۔

لہٰذا اگر (آج) ہم کفار اور ظالمین کے مددگار ہوں اور ہم گمراہ لوگوں کی صف میں شمار کئے جاتے ہوں تو پھر ہم کس طرح امام زمانہ کے یاور و مددگار بن سکتے ہیں؟ اور کیسے اُن کی حمایت میں لڑتے ہوئے شہید ہونے والے ہو سکتے ہیں؟

لہٰذا ہمیں اس مسئلے پر انتہائی سوچ بچار سے کام لینا چاہئے۔ کیونکہ اگر اس بارے میں ہماری سوچ سطحی اور گہرائی سے عاری ہو تو اس بات کا سبب بنے گی کہ ہم زبان سے تو اپنے آپ کو اُن کا ناصر و مددگار کہہ رہے ہوں گے لیکن لاشعوری طور پر اُن کے دشمنوں کی صف میں ہوں گے۔

لہٰذا اس حوالے سے ایک اہم بات یہ ہے کہ اسلام کے نکتۂ نظر سے ہمیں تمام انسانوں کے ساتھ عادلانہ طرزِ عمل اختیار کرنا چاہئے۔ اس نکتے کو ہم اس آیۂ کریمہ سے اخذ کر سکتے ہیں جس میں ارشادِ باری ہے کہ: وَ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (اور خبردار کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم انصاف کا دامن چھوڑ بیٹھو۔ انصاف سے کام لو کہ یہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔ سورۂ مائدہ ۵۔ آیت ۸)

یعنی تمہاری دینی اجتماعی اور سیاسی دشمنیاں تمہیں اپنے دشمنوں اور مخالفین کے ساتھ عادلانہ طرزِ عمل اختیار کرنے سے روک نہ دیں۔ کیونکہ عداوت اور دشمنی ایک چیز ہے اور عدالت اور انصاف دوسری شئے۔ لہٰذا اگر کوئی سرسخت کافر بھی تم پر کوئی حق رکھتا ہو تو تمہیں اُس کے حق کی حفاظت کرنی چاہئے اور اُسے اُس کا حق دینا چاہئے۔

اور دوسری بات یہ کہ "اصولِ کافی" میں ائمہ میں سے کسی امام سے روایت نقل کی گئی ہے کہ: اوحی الله الی نبیّ فی مملکة جبارمن الجبارین' قال له: ائت هذا الجبار و قل له انما استعملتک لتکف عنی اصوات المظلومین' فانی لن ادع ظلا متهم ولو کانوا کفاراً (خداوندِ عالم نے ظالم حکمرانوں میں سے ایک کی سلطنت میں زندگی بسر کرنے والے ایک پیغمبر کو وحی کی اور اُن سے فرمایا کہ اس ظالم کے پاس جائیں اور اس سے کہیں کہ میں تمہارے لئے ایک ایسا عمل انجام دیتا ہوں جس کے عوض (تم یہ کرو کہ) میرے کانوں تک مظلوموں کی صدائیں نہ پہنچ پائیں' کیونکہ میں مدد کے لئے دی جانے والی صداؤں کو مسترد نہیں کر سکتا' چاہے یہ صدائیں دینے والے کافر ہی کیوں نہ ہوں)

لہٰذا خداوندِ عالم نے ظلم کو تقسیم نہیں کیا ہے' اسکے حصے بخرے نہیں کئے ہیں کہ کوئی ظلم جائز ہو اور کوئی ناجائز۔ اسی طرح خداوندِ عالم ہم سے خطاب فرماتا ہے کہ:

"اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ."

"بے شک خدا عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔" (سورۂ نحل ۱۶۔ آیت ۹۰)

"وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی."

"اور جب بات کرو تو انصاف پر مبنی چاہے اپنے اقربا کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔" (سورۂ انعام ۶۔ آیت ۱۵۲)

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰٓی

اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا۔"

"اے اہل ایمان! عدل وانصاف کے ساتھ قیام کرو اور خدا کے لئے گواہ بنو چاہے اپنی ذات یا اپنے والدین اور اقربا ہی کے خلاف کیوں نہ ہو۔ جس کے لئے گواہی دینا ہے وہ غنی ہو یا فقیر اللہ دونوں کے لئے تم سے اولیٰ ہے۔ لہٰذا خبردار خواہشات کی اتباع نہ کرنا تاکہ انصاف کر سکو۔"

(سورۂ نساء ۴۔ آیت ۱۳۵)

لہٰذا اگر ہم حقیقی معنوں میں عدالت پر یقین رکھتے ہیں تو لازم ہے کہ ہم اپنے تمام مقاصد میں شعور و آگہی، بیداری، شجاعت اور منصوبہ بندی کی بنیاد پر قدم اٹھائیں۔ کیونکہ حدیث امام مہدیؑ کے حوالے سے ایک اہم امر کی جانب اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ کہ: یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً (زمین کو اس طرح عدل وانصاف سے پُر کردے گا جیسے وہ ظلم وستم سے بھر چکی ہوگی) یعنی وسیع پیمانے پر عدالت کا قیام پوری زندگی کے لئے ایک مقصد کی حیثیت رکھتا ہے اور ایک اسلامی اصول شمار ہوتا ہے۔ اگر ہم سورۂ حدید کی پچیسویں آیت: لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (بے شک ہم نے اپنے پیغمبروں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا ہے، تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قیام کریں۔ سورۂ حدید ۵۷۔ آیت ۲۵) جسے ہم ہمیشہ پڑھا کرتے ہیں کی بنیاد پر گفتگو کریں تو پتا چلتا ہے کہ اس میں قسط سے مراد عدالت ہی ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے تک تمام رسالتیں، عقیدے، قوانین اور تعلیمات انسان کے اپنے آپ سے، اپنے خدا سے اور اپنے اردگرد رہنے والے انسانوں سے تعلقات میں عدالت کے قیام کے لئے تھیں۔

لہٰذا عدل وانصاف ایک ایسا بنیادی مسئلہ ہے جس کی بنیاد پر اسلام استوار ہوا ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہئے کہ خود سے عدالت برتے اور کفر، سستی، غفلت اور گمراہی میں مبتلا ہو کر اپنے آپ پر ظلم نہ کرے۔ خدا کے ساتھ عدالت سے پیش آئے، اسکی وحدانیت کا قائل ہو، اسکے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دے، اسکی اطاعت کرے، اسکی مخالفت سے باز رہے، کسی پر ظلم نہ کرے، اپنے ماحول اور دنیا سے بھی عادلانہ طرز عمل اختیار کرے۔ اور حق کے سوا کوئی اور سلوک نہ کرے۔

سیاسی تحریکیں اور عدالت کا مسئلہ

سماج میں تبدیلی کے لئے جدوجہد کرنے والی بہت سی اسلامی اور غیر اسلامی تحریکوں کی مشکل یہ ہے کہ وہ صرف حکومتی میدان میں عدالت کے قیام کی بات کرتی ہیں۔ جبکہ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں عدالت کی بات نہیں کرتیں۔ ہم بخوبی یہ بات جانتے ہیں کہ انفرادی عدالت اجتماعی عدالت کی راہ ہموار کرتی ہے اور سماجی اور اجتماعی سطح پر عدالت سیاسی عدالت کا راستہ صاف کرتی ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا، جب تک کہ وہ خود اپنے آپ کو نہ بدل لے۔ سورۂ رعد ۱۳۔ آیت ۱۱)

لہٰذا اگر عدالت کے نفاذ کے لئے انسان خود اپنے آپ کو تبدیل نہ کرے، تو بھلا کس طرح موجودہ صورتحال میں تبدیلی لا سکتا ہے؟ کیونکہ درحقیقت خود انسان نے اس صورتحال کو جنم دیا ہے۔

خداوندِ عالم نے دنیا کی تعمیر کی ذمے داری خود انسان کے سپرد کی ہے۔ اور اس سے تقاضا کیا ہے کہ وہ اپنی طاقت، عزم وارادے اور شعور وآگہی کے ساتھ اپنی ذمے داری کے مطابق زمین کا انتظام چلائے، کیونکہ وہ زمین پر خدا کا جانشین ہے۔

اس مقام پر ایک سوال ابھرتا ہے اور وہ یہ کہ آخر کیوں اسلامی یا غیر اسلامی

تحریکیں کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوتیں؟ (خواہ یہ تحریکیں اصلاحی ہوں یا انقلاب اور تبدیلی کی داعی)

اس سوال کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ ان تحریکوں کے بعض سرگرم افراد عدل و انصاف سے کام نہیں لیتے۔ اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ ذاتی یا شخصی تعصب کا شکار ہوتے ہیں اور اگر وہ شخصی تعصب سے بالا ہوں تو گروہی تعصب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لہذا ان کی تحریک تمام انسانوں کو مدنظر رکھنے کی بجائے اُن کے لئے دروازے بند کر دیتی ہے اور وہ لوگ اپنے آپ کو ایک ارفع اور دوسروں سے بلند چیز سمجھنے لگتے ہیں۔ اس طرح وہ خود اندر سے کمزور ہو جاتے ہیں۔

لہذا ہمیں چاہئے کہ تحریکوں اور تنظیموں کا حصہ ہونے کے ساتھ ساتھ آزاد منش بھی رہیں" اور اپنے آپ کو شخصیت پرستی' گروہ پرستی' قبیلہ پرستی' قوم پرستی اور فرقہ پرستی میں گرفتار نہ ہونے دیں۔ بلکہ ہمیں چاہئے کہ وسیع النظری سے کام لیں' تاکہ ہمارا وجود تمام لوگوں کے لئے' تمام انسانوں کے لئے اور تمام اسلام کے لئے ہو۔

لہذا اگر ہم معاشرے میں تبدیلی کے متمنی ہیں' تو لازم ہے کہ ہم اپنے افکار' جذبات اور احساسات کو ان تنگ دائروں سے باہر نکالیں۔

کیونکہ اگر ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ امام مہدیؑ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے' تو ہمیں اسی طرح یہ عقیدہ بھی رکھنا چاہئے کہ وہ پورے عالم کے بارے میں سوچیں گے' اُن کا دل پوری دنیا کے لئے دھڑکے گا' اور ان کا قیام تعصب' علاقہ پرستی یا قوم پرستی کے تنگ حصار تک محدود نہ ہوگا۔ بلکہ تمام انسانوں کے لئے ہوگا۔ کیونکہ اللہ رب العزت رب العالمین ہے' ہمارے نبی بھی تمام دنیا کے پیغمبر ہیں' امام تمام عالمین کے لئے امام ہیں' اور ناگزیر ہے کہ مصلح بھی دنیا کے تمام انسانوں کے لئے مصلح ہو۔

جو ذمے دار مسلمان ان افکار و عقائد کا حامل ہے' اُسے چاہئے کہ اپنے آپ کو ایسا

انسان سمجھے جس کے ذمے ایک عالمگیر مشن ہے۔ اسے چاہئے کہ حکمت' موعظۂ حسنہ' جدالِ احسن' امر بالمعروف' نہی عن المنکر اور جہاد کے ذریعے حتی الامکان تمام انسانوں کو دائرۂ اسلام میں لانے کی منصوبہ بندی کرے۔

ہمیں اپنے آپ کو تنگ دائروں میں قید نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ ہمیں چاہئے کہ اپنے پاک و پاکیزہ پیغام اور اپنی ذمے داری کی بنیاد پر عمل کریں۔ تاکہ اسکے ذریعے ایک عادلانہ حکومت کے قیام کی خاطر اس عظیم تحریک کے ناصر و مددگار بن سکیں جس کے توسط سے اسلام کو عزت و سربلندی نصیب ہوگی' ظلم و نفاق ذلیل و رسوا ہوگا اور ہم خدا کی بندگی کی طرف دعوت دینے والے بنیں گے۔

امام مہدیؑ کی غیبت کا تعلق خدا کے غیبی امور سے ہے

امام مہدیؑ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ہم امام کے بارے میں اسلامی عقیدے کا جائزہ لیں گے۔ وہ امام جن کا مشن پیغمبرؐ اور ائمہؑ نے یہ بتایا ہے کہ: یخرج لیملا الارض قسطاً وعدلاً کماملئت ظلماً وجوراً (وہ قیام کرے گا اور زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے پُر کردے گا جیسے وہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی) امام کے ظہور کے بعد اسلام روئے زمین پر پھیل جائے گا' انسانی زندگی میں رائج ہوگا۔

جب ہم امام مہدیؑ کی غیبت کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو بنیادی طور پر ہمارا مقصد امام کی طویل غیبت کی تائید کرنا ہوتا ہے۔ کیونکہ جب یہ مسئلہ پیغمبرؐ اور ان کے اوصیا جو ائمہ معصومینؑ ہیں کے توسط سے ثابت شدہ ہو' تو لازم ہے کہ ہم عقیدے کے نکتۂ نظر سے اسے ایک حقیقی امر شمار کریں اور اسکے بعد اگر غیبت کے کچھ مسائل (جن کی بنیاد خدا کی حکمت ہے) ہمیں ناقابلِ فہم محسوس ہوں' تب بھی ان پر ایمان رکھیں اور اس بات کی کوشش کریں کہ جو احتمالات ہمیں قطعی نتیجے پر پہنچاتے ہیں (اُن کے قوی ہونے کی صورت میں) انہیں ان کا ضمیمہ قرار دیں۔

لہٰذا اگر کسی چیز کے متعلق یہ ثابت ہو کہ اسے پیغمبرؐ نے فرمایا ہے' اب خواہ وہ چیز حضوری اور حسی امور سے تعلق رکھتی ہو' خواہ وہ غیبی امور کے دائرے میں آتی ہو اور ایک ایسی حقیقت کی حیثیت رکھتی ہو جس کا تعلق ہمارے عقیدے سے ہو' تو ہمیں چاہئے کہ اس پر ایمان رکھیں۔ کیونکہ پروردگار عالم کے فرمان کے مطابق پیغمبر: مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (اپنی خواہش سے کلام بھی نہیں کرتا' اس کا کلام وہی وحی ہے جو مسلسل نازل ہوتی رہتی ہے۔ سورۂ نجم ۵۳۔ آیت ۳'۴)

اس بنیاد پر جن چیزوں کے بارے میں ہمیں پیغمبرؐ نے بتایا ہے اور جن کا آنحضرتؐ ہی کی طرف سے صادر ہونا قطعی طریقوں سے ثابت ہے' وہ چیزیں حقیقت و واقعیت رکھتی ہیں۔ لہٰذا اگر وہ چیزیں غیبی امور سے تعلق رکھتی ہیں' تو ہمیں ان پر ایمان رکھنا چاہئے اور اگر حسی اور حضوری امور میں سے ہیں تو وہ خود ہمارے سامنے ہوں گی۔

بہرصورت امام مہدیؑ کا مسئلہ عقیدۂ امامیہ کی رو سے غیبی الٰہی امور میں سے ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ کہ ایک شخص ظاہر ہوگا اور پوری دنیا میں عدل و انصاف قائم کر دے گا' ایک غیبی امر ہے' ایک عام سا مسئلہ نہیں۔ اس لئے کہ خداوند عالم ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور جس کسی پر چاہے اپنی رحمت کو سایہ فگن کر سکتا ہے۔ اس بنیاد پر امام مہدیؑ کی غیبت کے بارے میں کی جانے والی تمام تفاسیر اس کی حقیقت جاننے سے عاجز ہیں' کیونکہ یہ وہ حقیقت ہے جسے خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

عقل اور مسئلۂ غیبت

جس طرح دوسرے تمام انسان پیدا ہوتے ہیں' اسی طرح امام مہدیؑ بھی دنیا میں تشریف لائے اور خداوند عالم کے علم اور ارادے سے پردۂ غیبت میں چلے گئے۔ پیغمبر اسلامؐ اور اُن کے بعد آنے والے ائمہؑ نے ہمیں بتایا ہے کہ امام مہدیؑ ظہور فرمائیں گے' تا[illegible] سن کو عدل و انصاف سے پُر کر دیں جیسے کہ وہ اُن کے ظہور سے پہلے ظلم و جور سے بھر

چکی ہوگی۔ اگر ہم غیبت کے مسئلے کو اپنے عقیدے میں مستحکم کرنا چاہیں تو ہمیں اس نکتے سے واقف ہونا چاہئے کہ غیب پر ایمان عقل و شرع کی بنیادوں پر استوار ہے۔

اس مقام پر ہم ایک سوال اٹھاتے ہیں' اور وہ سوال یہ ہے کہ ہم جنت اور دوزخ پر ایمان رکھتے ہیں۔ آخرت پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ جبکہ ہم میں سے کسی ایک نے بھی نہ جنت و دوزخ کو دیکھا ہے اور نہ آخرت کی حقیقت کا مشاہدہ کیا ہے۔ ہم خدا کے فرشتوں پر بغیر انہیں دیکھے ہوئے ایمان رکھتے ہیں۔ اسی طرح ہم بکثرت غیر حسی امور پر یقین رکھتے ہیں۔

ہم ان چیزوں پر کس طرح یقین رکھتے ہیں؟

ابتدا ہی سے ہم ایک اجمالی جائزے کے ذریعے ان تمام چیزوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آیا یہ چیز ممکن ہے یا غیر ممکن؟ محال ہے یا غیر محال؟

ہم اپنے آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا اس بات کا امکان ہے کہ خداوند عالم انسان کے مٹی ہو جانے کے بعد اُسے دوبارہ اُس کی اصل حالت میں واپس لے آئے؟ کیا خدا اسے دوبارہ خلق کر سکتا ہے؟ یا یہ محال ہے؟

اسکے جواب میں ہم کہہ اٹھتے ہیں کہ خداوند عالم اُس کی ایجاد و تخلیق پر قادر ہے اور اسکے پاس اسے دوبارہ زندہ کرنے کی طاقت بھی ہے: وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ (اور ہمارے لئے مثل بیان کرتا ہے اور اپنی خلقت کو بھول گیا ہے' کہتا ہے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے وہی زندہ بھی کرے گا اور وہ ہر مخلوق کا بہتر جاننے والا ہے۔ سورۂ یٰس ۳۶۔ آیت ۷۸'۷۹)

لہٰذا اگر موت سے زندگی کو نکالنا ممکن اور قابل قبول ہے' تو پھر عدم میں تبدیل ہو جانے والی زندگی کو واپس لوٹانا بھی ممکن ہے۔ کیونکہ خداوند عالم ان دونوں باتوں (خلق

کرنے اور دوبارہ زندہ کرنے) پر قادر ہے۔ بلکہ دوبارہ زندہ کرنا خلق کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ خلق کرنا بغیر نمونے یا مثال کے ایجاد کرنا ہے' جبکہ دوبارہ زندہ کرنا اس نمونے کی بنیاد پر ہے جو پہلے سے موجود ہے۔ لہٰذا ایجاد کا عمل شئے کو وجود میں لانے کا عمل ہے اور اسے دوبارہ واپس لانا نمونہ وجود میں لانے کے بعد اسے دوبارہ اسکی ابتدائی حالت میں پلٹانا ہے۔

ایک اور سوال کا جواب باقی رہ گیا ہے' اور وہ سوال یہ ہے کہ ہر ممکن شئے لازماً وجود میں نہیں آتی۔ کیونکہ جنت اور جہنم ممکن امور میں سے ہیں' جبکہ وہ ابھی وجود میں نہیں آئی ہیں۔ پس ہم کس طرح انہیں ثابت کریں؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ: ہمارے لئے پیغمبر آئے ہیں اور ہماری عقل نے ان کی تصدیق کی ہے۔ لہٰذا جب ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی ہے' تو یہ تصدیق اُن سے محبت وعقیدت کی بنیاد پر نہیں کی' بلکہ یا تو اُن کی نبوت پر قطعی اور یقینی دلائل کے ذریعے ہم نے اُن کی تصدیق کی ہے' یا معجزے (جو ممکن ہے اُن سے پہلے انبیاؑ جیسے حضرت موسیٰؑ' حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی مانند معجزات ہوں یا قرآن کریم اور دوسرے معجزات جو رسول اللہ کی درستی اور صداقت کی دلیل ہیں) کے توسط سے اُن کی تصدیق کی ہے۔

مزید آگے بڑھتے ہیں۔ جب ہم پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے بھیجے ہوئے نبی ہیں' اور وہ جن باتوں کی ہمیں خبر دے رہے ہیں وہ سچی ہیں۔ تو اسی پیغمبرؐ نے کتاب الٰہی کے ذریعے ہمیں بتایا ہے کہ جنت اور جہنم کا وجود ہے' عذاب اور رحمت کے فرشتے وجود رکھتے ہیں' انہی نے ہمیں یہ خبر بھی دی ہے کہ مہدیؑ کا وجود ہے' اور وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کے ذریعے ایک محسوس حقیقت پر ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور اسی ایمان کی بنیاد پر غیب پر ہمارا ایمان استوار ہے' اور ہم غیب پر یقین رکھتے ہیں۔ لہٰذا امام مہدیؑ کی غیبت کا مسئلہ ایک کھوکھلا اور بے بنیاد مسئلہ نہیں ہے اور اس پر ہمارے ایمان کی بنیاد وہم وگمان نہیں ہے' بلکہ غیب پر ایمان ایک علمی وعقلی حقیقت پر استوار ہے' جس پر ہم روشنی ڈال چکے ہیں۔

ہم امام زمانہؑ کی غیبت پر ایمان رکھتے ہیں' کیونکہ ہم رسول اللہؐ پر ایمان رکھتے ہیں' اور ہم نے ان کی تصدیق کی ہے' اور انہوں نے ہمیں اس بارے میں مطلع کیا ہے' اور کیونکہ یہ ایک ممکن امر ہے اس لئے ہم اس پر یقین رکھتے ہیں۔

طولِ عمر

کسی کا طویل عمر پانا عقلاً ناقابلِ قبول بات نہیں ہے۔ کیونکہ عقل اس میں کوئی رکاوٹ محسوس نہیں کرتی۔ جب تک انسان کے اعضاء وجوارح کام کرنے کی طاقت رکھتے ہیں' اور جب تک خدا چاہے انسان طویل عمر پا سکتا ہے۔ وہ علمی نظریات وافکار جن میں انسان اور اسکی طولِ عمر کے بارے میں تحقیق کی جاتی ہے' اُن کی نظر میں اس حوالے سے کوئی سنجیدہ رکاوٹ اور مانع نہیں۔ جب تک خدا چاہے' انسان طویل عمر گزار سکتا ہے۔

جدید سائنس کہتی ہے کہ ہم اب تک ایسے اصول اور نظریات تک رسائی حاصل نہیں کر سکے' جن کے ذریعے خلیوں (cells) کی تجدید اور ان کی بقا کا راز دریافت کرسکیں۔ اگر ہم یہ چیزیں دریافت کرنے میں کامیاب ہو جائیں' تو انسان طویل زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا نظری (theoretically) اعتبار سے (طولِ عمر میں) کوئی رکاوٹ نہیں پائی جاتی۔ لیکن سائنس کا کہنا یہ ہے کہ اس راز سے پردہ نہیں اٹھایا جا سکا ہے' جس کے ذریعے طولِ عمر کے موضوع کا حقیقی اور خارجی دنیا میں تجربہ کیا جا سکے۔

یوں عقل اور علم اس حوالے سے کوئی رکاوٹ محسوس نہیں کرتے اور قرآن کریم نے

بھی خدا کے ایک نبی (حضرت نوحؑ) کی طولانی عمر کو ثابت کیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام (طوفان سے قبل) اپنی قوم کے درمیان نو سو پچاس سال رہے تھے۔ طوفان کے بعد آپ کتنی مدت تک حیات رہے اس بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں۔

لہٰذا جو ہستی قدرتِ الٰہی کے ذریعے نو سو پچاس سال زندگی بسر کر سکے وہ ہزار سال اور زندگی گزار سکتی ہے۔ اس بنیاد پر وہ امور جو اس زمانے میں ممکن ہو چکے ہیں اُن کے کسی دوسرے زمانے میں واقع ہونے کا امکان بھی پایا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم تاکید کرتا ہے کہ طولِ عمر کوئی محال بات نہیں ہے۔ حتیٰ اس کا شمار ایسے بعید مسائل میں بھی نہیں کیا جا سکتا جیسا حضرت نوحؑ کے معاملے میں تھا۔

آج کل کے دور میں ہم سنا کرتے ہیں کہ فلاں انسان نے دو سو سال، تین سو سال عمر پائی ہے۔ لہٰذا جب اس قدر عمر ممکن ہے تو اس سے زیادہ عمر بھی ایک ممکنہ بات ہے۔ البتہ خدا کی قدرت ان سب چیزوں سے بالا ہے لہٰذا امامِ زمانہ کی طویل عمر کا مسئلہ اُن اسلامی حقائق کے زمرے میں آتا ہے جن میں خارجی پہلو حضوری اور حقیقی پہلو سے ملا ہوا ہے۔

زمانۂ غیبت میں ہماری ذمے داری

امامِ زمانہ کی غیبت کی بات کرتے ہوئے ہمیں اپنی ذمے داریوں اور کردار کا بھی جائزہ لینا چاہیے۔ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ امامِ زمانہ ایک نبی مشن رکھتے ہیں وہ ظہور کریں گے تاکہ خالص اور واضح اسلام کو ایسے اسلام کو جس میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہوگا اور جس میں فرقہ وارانہ اختلاف اور ایک سے زیادہ اجتہادات کی گنجائش نہیں ہوگی، ہمارے سامنے پیش کریں گے۔ یہاں تک کہ بعض احادیث کے مطابق لوگ سمجھیں گے کہ وہ ایک نیا دین لے کر آئے ہیں جبکہ قرآنِ کریم نے زور دے کر یہ بات کہی ہے کہ رسولِ خداؐ کے بعد کوئی نیا دین نہیں آئے گا:

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ

لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا."

"آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنا دیا ہے۔"

(سورۂ مائدہ ۵۔ آیت ۳)

اور حدیث میں آیا ہے کہ:

"حلال محمد حلال الی الیوم القیامة وحرامه حرامٌ الی یوم القیامه."

"حلالِ محمدؐ تا قیامِ قیامت حلال ہے اور حرامِ محمدؐ تا قیامِ قیامت حرام ہے۔"

لہٰذا کوئی اس بات پر قادر نہیں کہ دین میں کوئی تبدیلی یا تغیر پیدا کرے۔ لیکن لوگوں کا اسلام سے دور ہو جانا اور اجتہادات میں اختلاف (جس نے اسلام کے بہت سے امتیازات کو برباد کر دیا ہے) اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ امامِ معصومؑ کی مانند ایک فرد ہو جو معاملات کو اُن کی صحیح جگہ پر لائے۔ کیونکہ جب ہم ایک مسئلے میں دو یا اس سے زیادہ نظریات دیکھتے ہیں تو یہ بات ممکن نہیں رہتی کہ ہم یہ فیصلہ صادر کریں کہ یہ سب کے سب اسلام کے مطابق ہیں۔ جبکہ ممکن ہے ان میں سے کوئی ایک یا بعض اسلام کے مطابق ہوں اور بقیہ کا اسلام سے کوئی تعلق نہ ہو۔ کیونکہ اسلام کی حقیقت ایک ہی ہے۔

لہٰذا جب لوگ ایک طویل مدت تک مختلف اسلامی مذاہب اور مجتہدین کے ساتھ زندگی گزاریں گے تو اصل اسلام کی روشن اور صاف ستھری صورت بھلا بیٹھیں گے۔ اسی بنا پر (امام مہدیؑ کے ظہور کے موقع پر) لوگ خیال کریں گے کہ انہیں نظر آنے والی چیز ایک نیا دین ہے۔ اگر عجیب محسوس ہونے کی وجہ سے ہمارے لئے یہ تعبیر قابلِ قبول نہ ہو تو ایک اور مثال عرض کرتے ہیں۔ آج کل ہی دیکھ لیجئے کہ جب لوگ فقہا کے درمیان مشہور فتاویٰ میں ایک نامانوس فتویٰ دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ فتنہ ہے۔ حالانکہ۔۔

جدید فقہ نہیں ہوتی بلکہ فقہ کا صرف ایک جدید فہم ہوتا ہے۔ایسی جدید فقہ ایجاد کرنا جو عہد رسالت میں نہیں تھی اور عہد رسالت میں موجود جدید فقہ پر ایک نیا فہم پیش کرنا' دو مختلف باتیں ہیں۔

☆

ایک سوال باقی رہتا ہے' اور وہ یہ کہ زمانہ غیبت میں ہماری ذمے داری اور فریضہ کیا ہے؟

امام نے ایک راوی کے سوالات کے جواب دیتے ہوئے ہمارے لئے ایک ایسے راستے کی نشاندہی کی ہے' جو ہمیں اختیار کرنا چاہئے۔آپ نے اپنے چار نوابین کے دور میں اپنے پیروکاروں کو سمجھایا کہ غیبت صغریٰ کا دور ختم ہونے کو ہے (جس کے دوران لوگ ان چار نائبین کے توسط سے بالواسطہ امام زمانہ سے رابطہ کرتے تھے) اور غیبت کبریٰ کا آغاز ہونے والا ہے۔لہٰذا امام نے سوال کرنے والے شخص کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:

واما الحوادث الواقعة (نئے پیدا شدہ حالات و حوادث میں)

ایسے حوادث جن کے احکام و قوانین سے ہمیں آشنا ہونا چاہئے۔

فارجعوا فيها الى رواة احاديثنا (ایسے لوگوں سے رجوع کرو جو ہماری احادیث جمع کرتے ہیں انہیں نظم و ترتیب دیتے ہیں اور انہیں سمجھتے ہیں)

فانهم حجتي عليكم (یہ تم پر میری حجت ہیں)

تا کہ تم سرگردانی کا شکار نہ ہو۔

وانا حجة الله (اور میں اُن پر خدا کی حجت ہوں)

اس بنیاد پر زمانہ غیبت میں ہماری ذمے داری یہ ہے کہ وہ علما جو اسلام کا علم رکھتے ہیں' متقی و پرہیزگار ہیں' جو خدا اور اسکے رسول سے مخلص ہیں' جو ظالم حکام سے تعلق نہیں رکھتے' جو کسی ظالم طاقت کے زیر اثر نہیں اور جو سیاسی' اجتماعی اور اقتصادی گمراہی کا شکار

نہیں' ہم اُن سے رجوع کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کا مضمون بھی یہی ہے' جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ:

"العلماء امناء الرسل 'مالم يدخلوا في الدنيا' قيل: يا رسول الله!وما دخولهم في الدنيا؟قال(ص): اتباع السلطان."

"علما امانتدارانِ رسل ہیں' جب تک وہ دنیا میں ملوث نہ ہوں' پوچھا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! دنیا میں ملوث ہونے کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا: بادشاہ کی اتباع۔"

ایسے لوگ جو ظالم و جابر سلطانوں کی پیروی کرتے ہیں' اُن کے کاموں کو اچھا بنا کے پیش کرتے ہیں' اُن کے موقف کی تائید کرتے ہیں' اور اُن کی خواہشات کے مطابق جنگ یا صلح کے فتوے دیتے ہیں۔اس طرح دنیاوی مال و مقام کے حصول کے لئے ان لوگوں نے اپنا علم و دانش بادشاہوں کے حوالے کر دیا ہے۔جبکہ یہ حکام نہ صرف اس عالم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے بلکہ معاشرے میں اُس کے مقام اور دین سے غلط استفادہ کرتے ہیں۔

لہٰذا عالم کو چاہئے کہ وہ امام زمانہ کے نائب' انبیاؑ کے وارث اور پیغمبروںؑ کے امین کا کردار ادا کرے۔اور ایک ایسا انسان بنے جو دوسرے کی دنیا کے لئے اپنا دین نہ بیچ ڈالے۔یا اپنا دین اپنی ہی دنیا کے عوض فروخت نہ کر دے' ظالموں کے ظلم اور فاسقوں کے فسق کی توجیہ نہ کرے اور اسکی جدوجہد **کلمة الله هي العليا و كلمة الشيطان هي السفلى** (اللہ کا بول بالا ہو اور شیطان کا بول نیچا ہو) کے لئے ہو۔اور ایسا بنے جس کے بارے میں حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ:

"لا يزيد ني كثرة الناس حولي عزة ولا تفرقهم عني وحشة."

"اپنے گرد لوگوں کی کثرت دیکھ کر میری ہمت نہیں بڑھتی اور نہ اُن کا چھٹ

جانا مجھے خوف و دہشت میں مبتلا کرتا ہے۔" (نہج البلاغہ مکتوب ۳۶)

"الذلیل عندی عزیزٌ حتی آخذ الحق لہ' والقوی عندی ضعیفٌ حتیٰ آخذ الحق منہ."

"کمزور میری نظر میں طاقتور ہے جب تک میں اُس کا حق نہ دلوا دوں اور طاقتور میری نظر میں کمزور ہے جب تک میں اس سے دوسرے کا حق نہ دلوا دوں۔" (نہج البلاغہ۔ خطبہ ۳۷)

عالم کو چاہئے کہ اپنے تمام معاملات میں حق اور عدل پر عمل کرے۔ ضعیف اور کمزور افراد کا مددگار رہے' اُن کے ساتھ زندگی بسر کرے' اُن کے ساتھ لطف اور شفقت پر مبنی طرز عمل اختیار کرے' انہیں وعظ و نصیحت کرے' انہیں تعلیم دے' اُن کی وفاداری اور دینداری کی قدر کرے' کیونکہ خداوند عالم نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

"وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْهُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَ کَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا."

"اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ صبر پر آمادہ کرو جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اسی کی مرضی کے طلبگار ہیں اور خبردار تمہاری نگاہیں ان کی طرف سے پھر نہ جائیں کہ زندگانیٔ دنیا کی زینت کے طلبگار بن جاؤ اور ہرگز اسکی اطاعت نہ کرنا جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے محروم کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہشات کا پیرو ہے اور اس کا کام سراسر زیادتی کرنا ہے۔" (سورۂ کہف ۱۸۔ آیت ۲۸)

ضروری ہے کہ عالم کا دل ہر حالت میں تمام انسانوں کے لئے کھلا ہوا ہو۔ وہ تمام

انسانوں سے محبت کرتا ہو مومنین سے عشق رکھتا ہو تا کہ راہ ایمان میں اُن کا ساتھی و مددگار ہو غیر مومن انسانوں سے بھی محبت کرے تا کہ راہ ایمان کی جانب اُن کی رہنمائی کر سکے اور اپنے دل میں ذرہ برابر کینہ و عداوت نہ رکھے' بالکل حضرت محمد مصطفیٰ کی طرح' جن کا دل تمام انسانوں کے لئے دھڑکتا تھا اور جو تمام انسانوں کے ساتھ مہربانی اور شفقت سے پیش آتے تھے۔

عالم کو بہترین اخلاق کا مالک ہونا چاہئے۔ تا کہ لوگوں کے ساتھ نرمی و رحمت اور کامل توجہ کے ساتھ زندگی بسر کرے۔

لوگوں نے اس کے حق میں جو برائی کی ہو اُس سے درگزر کرے' لوگوں کے درمیان فتنہ و فساد پیدا نہ کرے' اہل ایمان کے اجتماع میں ذاتی' گروہی یا قومی تعصبات پیدا نہ کرے۔ کیونکہ حدیث شریف کہتی ہے:

"من تعصّب او تُعصّب لہ' فقد خلع ربقة الاسلام من عنقہ."

"جو کوئی تعصب سے کام لے' یا اسکے حق میں تعصب کیا جائے' اسکی گردن پر سے اسلام کی رسی اٹھا لی جاتی ہے [اسے دائرۂ اسلام سے خارج کر دیا جاتا ہے]۔"

اسکے بعد امام مہدیؑ اپنے کلام کو مکمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فاذا رایتم العالم محبالدنیاہ (اگر تم دیکھو کہ عالم دنیا طلب ہے)

یعنی جب دیکھو کہ وہ عالم دین اور اپنی ذمے داریوں پر توجہ نہیں دیتا اور اسلام کی سربلندی اور امت اسلامیہ کی عزت کے لئے کوئی کام نہیں کرتا' اور اسکی تمام تر توجہ اپنے مفادات کے حصول اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہے اور (حلال و حرام) ہر ذریعے سے حصول مال پر توجہ دیتا ہے۔

فاتھموہ علی دینکم (تو اپنے دین کے بارے میں اس سے محتاط رہو)

یعنی ایسے شخص سے دینی تعلیمات کے حصول اور دینی امور میں اس کی پیروی کر کے اسکی ہمراہی اختیار کرو۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے لوگوں کے سوالات کے جواب دینے کی ذمے داری اُن صالح انسانوں پر عائد کی ہے جو اسلام اور ائمۂ اہلِ بیت کی میراث سے وابستہ اور اسکے پابند ہوں۔ لہٰذا اسی بنیاد پر مجتہدین امامؑ کے عام نائبین ہیں۔ کیونکہ وہ تمام عادل مجتہدین جو اپنے علم کے ذریعے اسلام اور انسانوں کی خدمت پر کمربستہ رہتے ہیں اور معاشرے کے روزمرہ مسائل کے حوالے سے اپنی ذمے داری پر عمل کرتے ہیں' وہ نائب امام ہیں' جو انفرادی اور اجتماعی میدانوں میں امامؑ کی نیابت کے مالک ہیں۔ فتاویٰ کے حصول کے لئے ان لوگوں سے رجوع کرنے کا مسئلہ جسے "تقلید" کہا جاتا ہے' ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی جڑیں اسلام میں پیوست ہیں۔ امام حسن عسکری علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ:

"فاما من کان من الفقھاء صائناً لنفسہ' حافظاً لدینہ' مخالفاً لھواہ' مطیعاً لا مر مولاہ' فللعوام ان یقلّدوہ۔"

"فقہا میں سے وہ شخص جو پرہیزگار ہو' دین کا محافظ ہو' نفسانی خواہشات کا مخالف ہو اور اپنے مولا کے احکام کا مطیع و فرمانبردار ہو' عوام کو چاہئے کہ اسکی تقلید کریں۔"

شرعی مسائل میں مجتہدین کی تقلید کا مسئلہ ایک اسلامی' انسانی اور عقلی مسئلہ ہے' جس کی بنیاد عالم سے جاہل کا رجوع کرنا ہے۔ خداوندِ عالم فرماتا ہے:

"فَسْئَلُوْآ اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْن۔"

"اگر تم نہیں جانتے' تو جاننے والوں سے پوچھو۔"

(سورۂ نحل ۱۶۔ آیت ۴۳)

لہٰذا لوگ جس طرح طبی مسائل میں طبیب' انجینئرنگ اور تعمیرات کے مسائل میں انجینئر کے پاس جاتے ہیں' اسی طرح اپنے دینی احکام میں مجتہدین سے رجوع کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امامِ زمانہ کی غیبت ایک خلا پیدا ہو جانے اور لوگوں کو دربدری کے عالم میں چھوڑ دینے کا سبب نہیں بنی۔ اس کمی کو عادل' متقی اور اپنے فریضے کی بنیاد پر عمل کرنے والے مجتہدین کے ذریعے پورا کر دیا گیا۔

ایسے علما جو لوگوں کی مشکلات اور اُن کی دینی ضروریات کے حل کے لئے کوشاں رہتے ہیں' اور امامت کے راستے کو جو نبوت کا راستہ ہے جاری رکھے ہوئے ہیں' اُن کے مقابل ہماری ذمے داری یہ ہے کہ ہم ہمیشہ اُن سے منسلک رہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنا معاملہ خدا سے کیا ہے اور اپنے کاموں میں انتہائی زحمتیں اور اذیتیں برداشت کی ہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ اُن کا ساتھ دیں' اُن کی مدد کریں۔ کیونکہ اُن کی مدد کرنا امامِ حجتؑ کی مدد کرنا ہے۔

اگر امامِ زمانہؑ ہمارے درمیان ہوتے' تو کیا کر رہے ہوتے؟

یہ حالات' جن میں ہم چاروں طرف سے سخت چیلنجز میں گھرے ہوئے ہیں' ہمارے وجود کو بڑے بڑے خطرات کا سامنا ہے اور مختلف مشکلات نے ہمارا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ ان حالات کے مقابلے کے سلسلے میں مراجع' علما اور حوزۂ علمیہ کیا کردار ادا کر رہے ہیں؟

اس سوال کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے درمیان امام زمانہؑ ہوتے اور یہ تبلیغاتی' تعلیمی' سیاسی' اجتماعی اور عسکری وسائل ان کے اختیار میں ہوتے' تو وہ کیا کرتے؟

کیا میدان سے دوری اختیار کرتے؟

کیا فکری چیلنجز کے مقابلے سے لاتعلق رہتے؟

کیا ان چیلنجز سے مقابلے کی بجائے پسپائی اختیار کرتے؟

یا یہ کہ آپ مقابلہ کرنے' جدوجہد کرنے' ماحول بنانے' مشکلات کے حل اور مختلف مسائل پر قابو پانے کے لئے کام کرتے؟

ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر ہم سیاسی اور اقتصادی میدانوں میں دنیا سے مقابلے کی سکت نہیں رکھتے' تب بھی مراجع' علما اور حوزہ ہائے علمیہ کو دنیا کے ساتھ علمی مقابلے کا مناسب موقع حاصل ہے۔ اور اگر ہمیں اپنی سیاسی روش پر یقین ہو تو ہم دنیا کو اس بات پر آمادہ کرسکتے ہیں کہ وہ سیاسی میدان میں ہمارا احترام کرے۔

اگر ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم تمام میدانوں میں کردار ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں' تو ہمیں چاہئے کہ موجودہ ذمے داریوں کو اپنے درمیان تقسیم کرلیں' اور تمام اسلامی گروہ اپنی پوزیشن اور صورتحال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اسلام کو درپیش مسائل کے مقابل اپنی ذمے داریاں ادا کریں۔ اور اگر تمام گروہ خواہ وہ اصطلاحی معنوں میں دینی ہوں اور خواہ حوزۂ علمیہ سے باہر تعلیمی وثقافتی مراکز ہوں وہ اسلام اور مسلمانوں کی مشکلات کے حوالے سے اپنی ذمے داری کا احساس کریں۔ اس طرح ہم عالمِ اسلام میں بڑے بڑے کام کرسکتے ہیں۔

آج اسلام کے لئے دنیا کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ لیکن ہمیں اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ اسلام کو کس طرح دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ ہمیں جاننا چاہئے کہ ہمارا فہمِ اسلام کیا ہو اور ہمیں اسلام کے ساتھ اپنے تعلق کا شعور ہونا چاہئے۔

میں اپنے تمام بھائیوں کو' خواہ وہ علما اور دینی مدارس کے طلبا ہوں' خواہ کالج یونیورسٹی کے افراد' تلقین کرتا ہوں کہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق غور وفکر کریں' زمانے کی روش اور اسکی زبان کو سمجھیں' اچھی طرح لوگوں کو پہچانیں' زندگی کے مسائل کا ادراک حاصل کریں۔ کیونکہ آج دنیا زمانہ پیغمبرؐ سے زیادہ اسلام کی طرف متوجہ ہے۔ عصرِ حاضر میں صاحبانِ فکر ونظر اور مکالمے کو پسند کرنے والے افراد کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ایسے لوگ

جنہیں مسائل اور سوالات درپیش ہیں' بہت ہیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اُن کی مشکلات کے حوالے سے گفتگو کی جائے۔ لہٰذا یہ نہ سوچئے کہ دنیا میں اسلام کی قبولیت کے حوالے سے مشکل پائی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم خود مشکل کا شکار ہیں اور تصور یہ کرتے ہیں کہ لوگوں کو مشکل ہے۔ اس پوری صورتحال کو شاعر نے اس شعر میں عمدگی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ:

اذا ساء فعل المرء ساءت ظنونه
وصدق ما یعتاده من توهم

"اگر کسی انسان کا کام بگڑ جائے تو اس کے خیالات بھی بگڑ جاتے ہیں اور وہ ہمیشہ اپنے وہم ہی کو درست سمجھنے لگتا ہے۔"

ہماری مشکل یہ ہے کہ ہم تن آسانی اور سستی کو پسند کرتے ہیں۔ ہمیں ایسے انسان بننے کی کوشش کرنی چاہئے جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے کہ:

"اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ یَخْشَوْنَهٗ وَ لَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا۔"

"وہ لوگ اللہ کے پیغام کو پہنچاتے ہیں اور دل میں اس کا خوف رکھتے ہیں اور اسکے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے ہیں' اور اللہ حساب کرنے کے لئے کافی ہے۔" (سورۂ احزاب ۳۳۔ آیت ۳۹)

اور ایسے لوگوں کی طرح بن جائیں کہ:

"اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ۔"

''یہ وہ ہیں کہ جب ان سے بعض لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے عظیم لشکر جمع کرلیا ہے' لہٰذا ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہوگیا اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا ذمے دار ہے۔ پس یہ مجاہدین خدا کے فضل و کرم سے یوں پلٹ آئے کہ انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور انہوں نے رضائے الٰہی کا اتباع کیا اور اللہ صاحب فضل عظیم ہے۔'' (سورۂ آل عمران ۳۔ آیت ۱۷۳' ۱۷۴)

جو کوئی آپ کی روح میں خوف و ہراس کے بیج بوتا ہے' راہ خدا کی طرف دعوت' رضائے خدا کی خاطر وعظ و نصیحت اور خدا کی راہ میں جہاد کے بارے میں آپ کے اندر خوف و وحشت پیدا کرتا ہے' وہ شیطان کی راہ پر ہے۔ کیونکہ خداوند متعال نے فرمایا ہے:

"اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ."

''یہ شیطان صرف اپنے چاہنے والوں کو ڈراتا ہے' لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو اور اگر مومن ہو تو مجھ سے ڈرو۔'' (سورۂ آل عمران ۳۔ آیت ۱۷۵)

اور:

"اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا."

''وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کرو' خدا ہمارے ساتھ ہے۔''

(سورۂ توبہ ۹۔ آیت ۴۰)

جب سخت ترین حالات میں مشرکین مکہ غار کے دہانے پر کھڑے تھے' اُن کے اور پیغمبرؐ کے درمیان چند انگشت سے زیادہ فاصلہ نہ تھا' انہوں نے غار پر دھاوا کیا ہوا تھا' اور پیغمبرؐ کا ساتھی خوف و ہراس کا شکار تھا' اسکے باوجود پیغمبرؐ مطمئن تھے:

"اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ

وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا."

''وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کرو' خدا ہمارے ساتھ ہے۔ پھر خدا نے اپنی طرف سے اپنے پیغمبر پر سکون نازل کردیا اور ان کی تائید ان لشکروں سے کردی جنہیں تم نہ دیکھ سکے اور اللہ ہی نے کفار کے کلمے کو پست بنا دیا ہے اور اللہ کا کلمہ درحقیقت بہت بلند ہے۔'' (سورۂ توبہ ۹۔ آیت ۴۰)

ہمارے یہاں جتنا اعتماد بڑی طاقتوں پر کیا جاتا ہے' اُس سے کہیں زیادہ اعتماد ہمیں خداوند تبارک و تعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہئے۔ کیونکہ بعض جماعتیں یا ممالک کہتے ہیں کہ جب تک امریکا' برطانیہ اور فرانس ہمارے ساتھ ہے کوئی ہمارے مقابلے پر نہیں آسکتا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا ذمے دار ہے۔ سورۂ آل عمران ۳۔ آیت ۱۷۳) کیونکہ ہم صرف خدا کے وجود سے تقویت محسوس کرتے ہیں' اس لئے کہ اُسی کی قدرت ہمیں مستحکم اور ثابت قدم رکھتی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اس سے وابستہ رہیں اور سوچیں کہ ہم اپنی قدرت و قوت کے عوامل و عناصر کو کس طرح کام میں لائیں۔

ہم کسی پر جارحیت کرنے کے لئے طاقت نہیں چاہتے' بلکہ ہم اس لئے طاقتور بننا چاہتے ہیں تاکہ ہم پروگرام اور منصوبے بنائیں' کوشش کریں' حقائق کا جائزہ لیں۔

جب ہم: اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (وہ کفار کے لئے سخت ترین اور آپس میں انتہائی رحمدل ہیں۔ سورۂ فتح ۴۸۔ آیت ۲۹) کی بنیاد پر کوشش کریں گے تو کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔ جبکہ یہود: بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى (ان کی دھاک آپس میں بہت ہے اور تم یہ خیال کرتے ہو کہ یہ سب متحد ہیں' ہرگز نہیں' ان کے دلوں میں سخت تفرقہ ہے۔ سورۂ حشر ۵۹۔ آیت ۱۴) شکست

کا شکار ہو گئے تھے اور مسلمانوں کے ساتھ اُن کی شدید جنگ وجدال ان کے درمیان رافت ورحمت ایجاد کرنے کا موجب نہیں بنی تھی۔ (اب ہم مسلمانوں کی حالت بھی یہی ہے۔) ہم قوی ہیں لیکن ہمارے دل آپس میں متفرق ہیں لہٰذا: وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلاً (اور خدا کی سنت میں ہرگز تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ سورۂ احزاب ۳۳۔ آیت ۶۲) کیونکہ خداوند عالم نے کامیابی اور فتح کو کچھ حقیقتوں کے ساتھ ممکن قرار دیا ہے اور ہمارے سامنے مختلف تجربات رکھے ہیں۔

امام حجتؑ پر ایمان رکھنے والے بعض افراد کی مشکل یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ زمانہ غیبت میں دینی سرگرمیوں اور اسلام کے لئے جدوجہد کو منع کیا گیا ہے۔ حتیٰ ان میں سے بعض لوگ اصلاحی عمل کو ناجائز سمجھتے ہیں' وعظ ونصیحت کو حرام قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ لوگوں کو جتنی زیادہ نصیحت کی جائے گی وہ ان کے انسان بننے کا سبب بنے گی اور ان کا انسان بننا حضرتِ حجتؑ کے ظہور میں مزید تاخیر کا باعث بنے گا۔ اور اگر ہم نے اسلام کے لئے جدوجہد کی اور مختلف جگہوں پر اسلامی حکومتوں کے قیام میں کامیاب ہو گئے' تو ایسا کرکے ہم حضرت مہدیؑ کے خلاف ایک تخریبی عمل کے مرتکب ہوں گے۔

یہ لوگ اسلام کو متوقف کرنا چاہتے ہیں' حالانکہ اسلامی احکام کسی بھی زمانے میں توقف پذیر نہیں: حلال محمد حلال الی یوم القیامة وحرام محمد حرامٌ الی یوم القیامة (حلالِ محمدؐ روزِ قیامت تک حلال ہے اور حرامِ محمدؐ روزِ قیامت تک حرام) جہاد متوقف نہیں ہو سکتا' امر بالمعروف ونہی عن المنکر متوقف نہیں ہو سکتا اور دیگر احکامِ الٰہی قابلِ توقف نہیں ہیں۔

رہی وہ روایت جو یہ کہتی ہے کہ زمانہ غیبت (یعنی حضرت حجتؑ کے ظہور سے قبل) جو بھی پرچم بلند ہو گا وہ گمراہی کا پرچم ہو گا' تو اس حوالے سے عرض ہے کہ اس روایت کے بارے میں بہت سے تحفظات ہیں۔

جو انسان اسلام اور مسلکِ اہلِ بیتؑ کی طرف دعوت دے اور امام خمینیؒ کی مانند پوری دنیا کے مقابل کھڑا ہو جائے تو کیا اسکے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا پرچم گمراہی کا پرچم ہے؟

لہٰذا ایسی روایات پر غور وفکر کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ممکن ہے یہ روایات جعلی ہوں' یا یہ کہ ان سے کچھ اور مراد ہو۔ اس لئے کہ اس بات کا امکان موجود ہے کہ ایک خاص زمانے میں اہلِ حق کے پاس انقلاب اور تحریک کی قوت نہ ہو۔

کیا خداوندِ عالم اپنے بندوں سے یہ تقاضا کر سکتا ہے کہ وہ اسلام کے نفاذ کا مطالبہ نہ کریں' لوگوں کی اصلاح نہ کریں؟

کیا یہ بات معقول نظر آتی ہے؟

خداوندِ عالم نے ہمیں عقل دی ہے' ہمیں قرآن کریم عنایت فرمایا ہے' اور ہمیں حکم دیا ہے کہ صحیح سنتِ نبویؐ اور میراثِ اہلِ بیتؑ کی پیروی کریں۔ لہٰذا یہ بات درست نہیں کہ ہم صرف اس قسم کی کچھ روایات کی وجہ سے تمام چیزوں کو روک دیں۔

کیا ہم ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے اسلام اور اپنی تحریک کو متوقف کر دیں' اور انقلاب اور تبدیلی کے سلسلے میں اپنے تمام ارمانوں' آرزوؤں' مقاصد اور پروگراموں سے اس امید پر دست بردار ہو جائیں کہ ایک دن امامؑ آکر اس پوری دنیا کو بدل ڈالیں گے؟

قرآن کریم اس قسم کے عقیدے کو قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ خداوندِ عالم نے اپنی جانب دعوت کو کسی خاص زمانے سے وابستہ نہیں کیا ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو کسی خاص زمانے میں منحصر قرار نہیں دیا ہے اور جہاد کے لئے کسی خاص دور کا تعین نہیں کیا ہے۔ لہٰذا تمام لوگ اسلام کے بارے میں ذمے دار ہیں' اسلام کے لئے جدوجہد ایک امانت کی طرح ان کے کاندھوں پر عائد ہوتی ہے۔ وہ اسلام جو خدا اور اسکے رسول کی امانت ہے۔

"اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ."

"اگر وہ (رسول) مرجائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم الٹے پیروں پلٹ جاؤ گے۔" (سورۂ آل عمران ۳۔ آیت ۱۴۴)

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ نسلاً بعد نسلٍ اس راہ کو جاری رکھیں اور اسکی پیروی کریں:

"وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ."

"اور تمہارے درمیان ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو لوگوں کو خیر کی دعوت دے، نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے منع کرے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔" (سورۂ آل عمران ۳۔ آیت ۱۰۴)

لہٰذا امام مہدیؑ اپنے زمانے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔ اور اگر ہماری زندگی ہی میں وہ زمانہ آپہنچے تو ہمیں ان کے گرداگرد ہونا چاہئے۔ تاکہ ہمارا شمار ان کے ساتھیوں اور ان کے لشکر میں ہو۔ لیکن اپنے زمانۂ ظہور میں امام مہدیؑ کا کردار آج ہمارے فریضے کو ختم نہیں کر دیتا' بلکہ ہمیں چاہئے کہ اس خدائی وعدے کو یاد رکھیں اور عالمگیر عدالتِ اسلامی (جس کی جانب ہم نے اپنی گفتگو کی ابتدا میں اشارہ کیا ہے) کے نفاذ کی کوشش کریں اور اس الٰہی وعدے سے وہ حقیقی فکر حاصل کریں جس کے تحت اسلام اور عدل و انصاف کے لئے جدوجہد ہماری ذمے داری ہے۔

اگرچہ اسلام کے وسیع پھیلاؤ یا اسلامی عدالت کے عالمی نفاذ کے لحاظ سے آج کے زمانے اور حضرت حجتؑ کے ظہور کے دور میں فرق پایا جاتا ہے۔ لیکن جزئیات کے اعتبار سے مسئلہ ممکن نظر آتا ہے۔ کیونکہ انسان وہی انسان ہے۔ اس زمانے میں خدا اسکے عقل و قلب کو وسعت دیدے گا اور اس طرح شاید تمدن کے کمال پر پہنچنے' علم و دانش کے انقلاب اور فکری اور معنوی میدانوں میں معرفت کی وسعت کی وجہ سے انسان اس مقام پر پہنچ جائے کہ بغیر کسی معمولی سے ابہام اور شک وشبہے کے حقیقت کا مشاہدہ کر سکے اور انسان میں تشخیص

اور تمیز کی قوت بڑھ جائے۔ البتہ ضروری نہیں ہے کہ تمام ہی لوگ اس طرح کے ہو جائیں۔ لیکن ہمیں اس طرف سے مطمئن رہنا چاہئے کہ اُس دور میں ہمہ جانبہ کامیابی کے نتیجے میں لوگوں کی ایک عظیم اکثریت علم' معرفت اور عقل کے ایک ایسے درجے پر پہنچ جائے گی کہ حقائق اُس کے سامنے واضح ہوں گے۔

اگر آج کا انسان ہمیں حقیقت سے شناسائی کی اس عظیم منزل پر پہنچا ہوا نظر نہیں آتا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ مختلف ثقافتی' سیاسی' اجتماعی اور فطری رکاوٹوں نے حقیقت کو اس سے پوشیدہ رکھا ہوا ہے۔ آج کے انسان کی عقل' معرفت کے حصول کے لئے کچھ ہی راستے جانتی ہے اور اگر انسان کے لئے معرفت و شناخت کے حصول کے راستے کامل ہو جائیں اور وہ معرفت تک دسترس حاصل کر سکے اور اسکی جانب قدم بڑھا سکے' تو اس بات کا امکان ہے کہ وہ کسی ایک خطے' ایک گروہ' یا ایک مرکز میں اسلام کا نفاذ کر سکے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تجربہ ہمارے سامنے ہے۔ آپ نے اپنے انسانی پہلو سے دعوت کا کام کیا۔ اور (غیبی راستوں سے نہیں بلکہ) اپنی بشری قدرت کے ساتھ اس سلسلے میں جدوجہد کی۔ ہرچند بعض مواقع پر' جبکہ رسالت خطرے میں تھی (جیسے جنگ بدر کے موقع پر) خدا کی غیبی امداد پیغمبرؐ کے شاملِ حال تھی۔

باوجود یہ کہ پیغمبرؐ اپنی بشری توانائی کے ذریعے اپنے تجربے کو پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا سکے اور تمام دنیا کو مسلمان نہ کر سکے' لیکن آپ دنیا کو اسلام سے روشناس کرانے میں ضرور کامیاب رہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدائے متعال فرماتا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (تمہارے لئے رسول کی زندگی میں بہترین نمونۂ عمل ہے۔ سورۂ احزاب ۳۳۔ آیت ۲۱) کیونکہ پیغمبر اسلامؐ نے انسانی ذرائع سے کام لے کر دعوت کا آغاز کیا اور جو مادی وسائل اُن کے اختیار میں تھے (جو سب کے سب حتیٰ اُن سے بھی زیادہ ہمارے پاس موجود ہیں) اُن کے ہمراہ بھرپور جدوجہد کی۔

معروضی حالات کا جائزہ

عصر حاضر میں ہمارا کردار ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم میدان عمل میں موجود رہیں' تا کہ انسانی عوامل' چیلنجز' مشکلات اور رکاوٹوں کا جائزہ لیں اور اس مرحلے کے لئے ضروری تمام اسلحوں سے لیس ہو کر مقابلے کے میدان میں قدم رکھیں اور اسلام کی حقیقی قدر و قیمت سے آگہی کے ساتھ اس کے لئے حتی الامکان جد و جہد کریں۔

ہمیں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ خدا نے یہ دین اور یہ پیغام ربانی فقط زمانہ پیغمبرؐ میں اجرا و نفاذ کے لئے نہیں بھیجا تھا۔ کیونکہ تمام انبیاؑ نے دعوت کا کام کیا اور تمام تر کوششیں کرنے اور صعوبتیں جھیلنے کے بعد اپنے زمانے کے کچھ لوگوں کو دائرۂ ایمان میں داخل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ بعد ازاں اُن کی دعوت کو وسعت ملی اور ایک خاص گروہ نے اسے قبول کیا' لیکن اپنی بھرپور جد و جہد کے باوجود وہ کفر' انحراف اور استکبار کا مکمل طور پر خاتمہ نہیں کر سکے' بلکہ خداوند عالم نے مختلف رسولؑ بھیجے تا کہ اُن کا پیغام ایک روشن علامت کے طور پر ہمیشہ انسانوں کے سامنے رہے اور ہر دور کا انسان اسے اپنے لئے نصب العین قرار دے۔

خداوند عالم چاہتا ہے کہ انسان ایک ایسے مرحلے پر پہنچے جس میں پورے کے پورے اسلام (جو تمام رسالتوں کا مجموعہ) کا نفاذ ہو۔ اور یہ مرحلہ وہی عصر ظہور ہے (جس کے ہم منتظر ہیں) یہ وہ قسمت ہے جو خدا نے انسان کے لئے لکھ دی ہے اور جب تک رسالت کا مکمل طور پر اجرا نہ ہو جائے' یہ دنیا ختم نہیں ہوگی۔

اللہ رب العزت ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم یہ نہ سمجھیں کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو حقائق سے کوئی تعلق نہیں رکھتا' انسان کو زندگی سے دور لے جاتا ہے' یا ایک ایسا عظیم الشان تصور ہے جسے ہم صرف خواب ہی میں جامۂ عمل پہنتا دیکھ سکتے ہیں' یا ایک ایسی بلند چوٹی ہے جسے آسمانوں کی بلندیوں پر پہنچ کر ہی دیکھا جا سکتا ہے اور اس تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ بلکہ

خدا چاہتا ہے کہ ہم اس بات سے باخبر ہوں کہ اسلام اپنے احکام میں بھی اور انسانی مشکلات کے حل کے لئے اپنے لائحۂ عمل میں بھی حقیقت پر مبنی ہے اور اسلام کی یہ صلاحیت برسر زمین اُس وقت تک ظاہر نہیں ہوگی جب تک اسکے لئے منطقی حالات فراہم نہ ہو جائیں۔

ہمیں اسلام کے راستے پر چلتے ہوئے مختلف جگہوں پر یہ منطقی حالات فراہم کرنے چاہئیں۔ تا کہ لوگ اسلام کے سائے میں زندگی بسر کریں۔ ہمیں ایسے کام کرنے چاہئیں کہ اسلام کو تمام نسلوں کی عقل اور قلب میں جگہ دلائیں۔ کیونکہ اسلام کا فہم ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔

ہمیں چاہئے کہ اِس وقت' عصر ظہور کے معاشرے میں اسلام کے جامع استفادے کو ذہن میں رکھیں۔ یعنی ہم میں سے ہر ایک کو پورے معاشرے پر اسلام کے جامع نفاذ کے لئے کوششیں بروئے کار لانی چاہئیں' تا کہ اس قطعی اور ہمہ گیر نتیجے سے ہمارا تعلق ایک منطقی تعلق ہو۔ بالکل اُن ندیوں کی مانند جو مختلف اطراف سے گر کر ایک ایسا بڑا دریا وجود میں لاتی ہیں' جسے نہ تو برسات کا پانی بھر سکتا ہے اور نہ ہی چھوٹی چھوٹی ندیاں اسے پر کرنے پر قادر ہوتی ہیں۔

لہٰذا ہمارا مستقبل سے لاتعلق رہنا اور جن مشکلات اور کٹھن حالات کا ہمیں سامنا ہے اُن سے متاثر ہو کر جمود اور ٹھہراؤ کا شکار ہو جانا مناسب نہیں۔ بلکہ ہمیں چاہئے کہ درست اجتہادی خطوط پر افکار کی نشو و نما کریں۔ ایک ترقی یافتہ اسلامی تجربے کی بنیاد پر ایک نئی تحریک ایجاد کریں اور ایک نئے انداز سے حقائق کا ادراک حاصل کریں۔ کیونکہ جو انسان حقائق کے درست ادراک سے عاجز رہتا ہے' وہ راہ راست پر سفر جاری نہیں رکھ پاتا۔ اور شاید بہت سے نظریہ پردازوں اور مجتہدین کی مشکل یہی ہے کہ وہ حقائق کا سامنا کرنے سے پہلے کتابوں اور نظری مسائل میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ کتب اُن ادوار میں زندگی بسر کرنے والے افراد کے تجربات کا ماحصل ہیں جن میں یہ تحریر کی گئیں۔ پس ہم

کیوں کتاب حقائق کا مطالعہ نہ کریں تا کہ اس کے ذریعے تازہ تجربات کی بنیاد پر مستقبل کے لئے ایک نئی کتاب کی تدوین کریں؟

انتظار کا مفہوم

ایک گفتگو باقی رہ گئی ہے جسے بیان کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ جب ہم امام مہدیؑ کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ اُن کے انتظار کے معنی منفی انتظار نہیں ہیں۔ اُن لوگوں کے انتظار کی مانند نہیں ہے جو کسی کے انتظار میں اضطرابی حالت میں کبھی اٹھتے اور کبھی بیٹھتے ہیں۔ بلکہ اسکے معنی مثبت انتظار ہیں، جس میں انسان اپنے آپ اور اپنے معاشرے سے کہتا ہے کہ امام اسلام کے احیا کے لئے ظہور فرمائیں گے، وہ قوی اور طاقتور صورت میں حق کا احیا کریں گے اور پورے کرۂ ارض پر عدل و انصاف کو عام کریں گے۔

ہم اُن کے انتظار میں ہیں، تا کہ پوری دنیا پر اسلام کا بول بالا ہو اور تمام عقول، قلوب اور جگہوں پر حق کا راج ہو۔ ہم اُن کے انتظار میں ہیں تا کہ ہر سو عدالت دکھائی دے اور پوری زمین پر عدل و انصاف پھیل جائے۔

لہٰذا اگر ہم اسلام، حق اور عدل پر ایمان رکھتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ ان کے لئے راستہ صاف کریں اور اسلام کے لئے، حضرت حجتؑ کے لئے اور اُن کے لشکر کے لئے ہر جگہ میدان ہموار کریں۔

لہٰذا اگر ہم امام مہدیؑ کے منتظر ہیں تو ہمیں جائزہ لینا چاہئے کہ اسلام کی خدمت کے لئے ہمارے اندر کس قدر توانائیاں اور صلاحیتیں موجود ہیں۔ تا کہ اُن کے ذریعے ہم اپنے گھروں کے اندر اسلام کی خدمت کرسکیں، اپنے گھرانوں کو اسلامی گھرانے بناسکیں۔ اپنے بازاروں میں اسلام کی خدمت کرسکیں، اُنہیں اسلامی اور شرعی بازار بنائیں، جن میں دھوکا اور فریب نہ ہو، ناجائز ذرائع سے لوگوں کے مال نہ کھائے جائیں۔ سیاسی تحریکوں میں

اسلام کی خدمت کرسکیں، تا کہ ہماری سیاست اسلامی رنگ اختیار کرے اور ہم اسلامی اصولوں اور احکام کی بنیاد پر لائحۂ عمل اختیار کرسکیں اور ہم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ دین علیحدہ چیز ہے اور سیاست علیحدہ چیز۔ یہ تو اُن لوگوں کی منطق ہے جو ہم سے کہتے ہیں کہ دیندار رہو، خوب نماز پڑھو، خوب روزے رکھو وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔ لیکن سیاست کی پُر فریب دھوکا دہی رنگ سے بھری وادی سے دور رہو۔

ہمارا ایمان ہے کہ انسان ایک ہی ہے، ایک ہی ماہیت کے ساتھ دنیا میں آتا ہے، یہاں زندگی بسر کرتا ہے اور ایک ہی ماہیت کے ساتھ یہاں سے اٹھایا جائے گا۔ ہمارے پاس دو انسان نہیں ہیں۔ ایسا انسان جو اپنی نماز، روزے اور حج میں خدا کی عبادت کرتا ہے، اور ایسا انسان جو سیاست، اقتصاد اور اپنے تعلقات میں شیطان کا بندہ ہے۔

لہٰذا ہماری پوری زندگی، تعلقات و روابط اور نظریات و موقف حکمِ خدا کے مطابق ہونے چاہئیں۔ تا کہ ہمارا معاشرہ ایک وسیع وعریض عبادت خانہ بن جائے، جس میں زندگی بسر کرنے والے تمام انسان خدا کی عبادت کریں۔ لہٰذا ہماری خرید و فروخت اسلامی احکام کے مطابق ہو، اپنے بچوں، بیویوں، ہمسایوں، اعزہ و اقربا اور اپنے اردگرد رہنے والے تمام انسانوں سے ہمارے تعلقات خداترسی کی بنیاد پر ہوں۔

اگر ہم امام مہدیؑ کے منتظر ہیں تو ہمیں چاہئے کہ جن امتیازات اور خصوصیات کے ذریعے اُن کے پیروکاروں، ساتھیوں اور اصحاب کو پہچانا جائے گا ہم بھی اُن اوصاف اور خصوصیات کو اپنے اندر پیدا کریں۔ کیونکہ اگر ہم میں یہ خصوصیات موجود نہ ہوئیں تو ہم اس دوسرے راستے پر چلنے والے ہوں گے جو ان کے ساتھیوں اور شیعوں کا راستہ نہیں بلکہ ان کے دشمنوں کا راستہ ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اس مسئلے پر خوب غور وخوض کریں۔

پس ہمیں امام منتظرؑ کے طرفداروں میں اور ان کے انتظار میں ہونا چاہئے۔ نہ تو ہمارا انتظار غافلوں والا انتظار ہو، نہ راحت طلب لوگوں کا سا انتظار۔ بلکہ ہمارا انتظار فرض شناس

اور ایک مشن اور پیغام سے وابستہ افراد کا سا انتظار ہو۔

''اللھم ارنا الطلعة الرشيدة والغرة الحميده واجعلنا من اتباعه والمستشهدين بين يديه والسائرين فی طريقه۔''

''یا الٰہا! ہمیں وہ خوبصورت اور نورانی پیکر دکھا اور ہمیں اُسکے پیرکاروں اور اُن لوگوں میں شامل فرما جو اُسکے ہمرکاب ہو کر جام شہادت نوش کریں گے اور اُسکی راہ پر گامزن ہوں گے۔''

☆☆☆☆

التماس سورۃ الفاتحہ

سیدہ فاطمہ رضوی بنت سید حسن رضوی

سید ابوذر شہرت بلگرامی ابن سید حسن رضوی

سید مظاہر حسین نقوی ابن سید محمد نقوی

سید محمد نقوی ابن سید ظہیر الحسن نقوی

سید الطاف حسین ابن سید محمد علی نقوی

سیدہ اُمّ حبیبہ بیگم بنت سید حامد حسین

حاجی شیخ علیم الدین

شمشاد علی شیخ

مسیح الدین خان

فاطمہ خاتون

شمس الدین خان

وجملہ شہداء و مرحومین ملت جعفریہ

طالبانِ دعا

سید حسن علی نقوی، حسّان ضیاء خان، سعد شمیم

زوہیب حیدر، حافظ محمد علی، مسلم جعفری

Hassan

http://www.scribd.com/Hassan%20Naqvi
naqviz@live.com